© rasailojaraid.com

استدراک

"فراهی کا ایک غیر مطبوعہ خط"

شرف الدین اصلاحی

نومبر ۸۱ ء کے فکرونظر میں " باقیات فراهی " کے زیر عنوان هم نے ایک خط اپنے تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع کیا تھا ۔ چونکه اس خط کے بارے میں اس وقت تک کی معلومات کے مدنظر یه خیال هی نهیں بلکه گمان غالب تھا که اس کے کاتب مولانا حمیدالدین فراهی هیں اور اس گمان کے لئے کافی قرائن اور شواهد موجود تھے ، اس لئے اس خط کو اسی نظر سے دیکھا گیا اور اسی کے مطابق نتائج اخذ کئے گئے ۔ لیکن واقعه یه ہے که مجھے اس کی نسبت شروع میں بھی خلش تھی اسی لئے میں نے بہت دنوں تک اسے شائع نہیں کیا اور کئی متعلقه اشخاص کو اس کے بارے میں اپنے شکوک سے آگاہ بھی کیا ۔ اور شرح صدر مجھے اس وقت بھی نه تھا جب میں نے اسے شائع کرنے کا فیصله کیا ۔ اس میں کئی ایسی الجھنیں تھیں جن کو میں آخر وقت تک اپنے ذهن سے دور نه کر سکا ۔ لیکن آخر میں جب مزاج شناس فراهی مولانا امین احسن اصلاحی نے کلیرنس دے دیا ۔ خط کا مضمون ، طرز تحریر اور رسم الخط وغیرہ کودیکھ کر جب انہوں نے صاد کر دیا که یه خط مولانا فراهی هی کا هے تو میں نے تردد کے باوجود اسے فراهی کے نام سے شائع کر دیا ۔

بعد میں اتفاق سے کچھ باتیں ایسی علم میں آئیں که نه صرف میرے پہلے شکوک دوبارہ ابھر آئے بلکه ان شواهد کو دیکھنے، حاصل شدہ معلومات کو پرکھنے ، تجزیه اور تحقیق کرنے اور یکسوئی سے غور وفکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے بعد اب میں قطعیت کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچ گیا ہوں کہ یہ خط مولانا فراھی کا نہیں بلکہ ان کے ھمنام ان کے کسی دوست کا ہے اور مولانا فراھی کا تعلق اس کے ساتھ کاتب کا نہیں بلکہ مکتوب الیہ کا ہے۔ اس خط کے مکتوب الیہ کا تعین نہیں ہو رہا تھا مگر اب یہ اشکال بھی رفع ہو گیا ہے فراھی اس کے مخاطب ھیں ۔ یہاں اس سنگین غلط فہمی کے اسباب و وجوہ سے تعرض کی ضرورت اس لئے نہیں کہ وہ از خود واضح ھیں اور جن کو اس موضوع سے دلچسپی ہے ان کے لئے اشارات کافی ھیں ۔

محولہ بالا خط کی اشاعت کے بعد اس کی نسبت کے بارے میں میرے شکوک کو ابھارنے والی چیز ایک نوٹ تھا جو مجھے خط کی اشاعت کے بعد کاغذات میں اس وقت ملا جب میں نے از سر نو اپنے ریسرچ پروجیکٹ متعلقہ فراھی پر کام کا باقاعدہ آغاز کیا ۔ یہ نوٹ میں نے علی گڑھ میں علی گڑھ منتھلی سے نقل کیا تھا ۔ پہلے وہ نوٹ ملاحظہ فرمائیں ۔ پورا نوٹ قوسین میں درج کیا جاتا ہے۔ کاما کے درمیان کی عبارت علی گڑھ منتھلی کے ادارتی نوٹ کی ہے۔ باقی عبارت میری اپنی ہے جو میں نے اسی وقت یاد داشت کے لئے لکھ لی تھی ۔

("........... مولوی حمیدالدین صاحب حمید ایڈیٹر الکاشف کی مندرجہ ذیل غزلیات تصوف کے معیار میں پوری اترتی ھیں اور اپنے رنگ میں نہایت قابل قدر ھیں ۔ ھم مولوی عبدالحمید صاحب اسسٹنٹ پروفیسر علوم عربیہ مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے ممنون ھیں کہ ان کے توسل سے ھم کو یہ غزلیات دستیاب ہوئیں ۔ امید ھے کہ ھمارے ناظرین سرود حقیقت کے اعلی و ارفع مطالب پر کافی توجہ فرمائیں گے ۔ خصوصاً اس سوز وگداز کو ملاحظہ کریں گے ۔ سب (جس) نے الفاظ کا جامہ پہن لیا ہے" صفحہ ۱۲ جلد ۴ شمارہ نمبر ۵ ۔ علی گڑھ منتھلی بابت مئی ۱۹۰۸ ۔ علی گڑھ منتھلی کے صفحہ ۱۲ تا ۱۶ اردو کی غـزلیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هیں جن کے اندراج سے پہلے ، اوپر یہ مذکورہ بالا نوٹ ملتا ہے ۔ یہ غزلیں نوٹ کے مطابق مولوی حمیدالدین صاحب حمید ایڈیٹر الکاشف کی ھیں ۔ یہ عجیب اتفاق ہے جس کی غزلیں ھیں اس کا نام حمیدالدین ہے اور جن صاحب نے غزلیں دیں ان کا نام عبدالحمید لکھا گیا ہے ۔)

خوش قسمتی سے اسی دوران علی گڑھ منتھلی کے ان صفحات (۱۲ تا ۱٦) کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی ایک دوست نے علی گڑھ سے بھیج دی جس میں نوٹ اور خط میں مذکور نظم ,, سرود حقیقت ،، پوری کی پوری درج ہے ۔ اس نظم کے کل ٦٦ اشعار ھیں ۔ خط اور نوٹ میں مذکور رسالے ,, الکاشف ،، کا کہیں سراغ نہیں مل سکا ورنہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ۔ یہ حمید الدین حمید کون ھیں جن کا یہ خط ہے اور جو الکاشف کے ایڈیٹر تھے اور جن کی یہ نظم (سرود حقیقت) ہے ۔

سردست ان کے متعلق مزید معلومات حاصل نہیں ہو سکیں ۔ بہرحال اس فیصلے کے بعد کہ اس خط کے کاتب ,, حمیدالدین حمید ،، مولانا فراھی نہیں ھیں اور یہ خط مولانا فراھی کے نام ہے سارے اشکالات رفع ہو جاتے ھیں اور چول سے چول بیٹھ جاتی ھے ۔

خط پر کوئی تاریخ درج نہیں تھی لیکن اس میں سرود حقیقت کے عنوان سے جس نظم کا ذکر ہے وہ مئی ۱۹۰۸ کے علی گڑھ منتھلی میں شائع ھوئی اس سے معلوم ھوا کہ یہ خط مئی ۱۹۰۸ کے لگ بھگ لکھا گیا اور دستاویزی شہادتوں سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ مولانا فراھی ۱۸۹٦ تا ۱۹۰٦ کراچی میں رھے اور ۱۹۰۷ اور ۱۹۰۸ کے سال انھوں نے علی گڑھ میں بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر گزارے ۔ علی گڑھ منتھلی کے نوٹ میں ,, حمید الدین حمید ،، اس خط کے نویسندہ ھیں اور ,, مولوی عبدالحمید ،، مولانا فراھی ھیں جو اس خط کے مخاطب ھیں ۔ یہ ذھن نشین رھے کہ مولانا فراھی کے دو نام ھیں عبدالحمید اور حمیدالدین اور دونوں بیک وقت متداول رھے ۔ اور اسی طرح ان کے تخلص بھی دو ملتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ، حمید اور فـراہی ۔

اس خط کی آخری تین سطروں میں ایسی کئی باتیں ہیں جو اس کے حق میں جاتی ہیں کہ مولانا فـراہی اس خط کے متکلم نہیں مخاطب ہیں ۔ مثلاً یہ واقعہ کہ پہلے مولانا فراہی حمید تخلص کرتے تھے جس کی شہادت ان کے فارسی دیوان کی متعدد غزلوں سے ملتی ہے لیکن " جہانے دگر است " والی غزل میں انھوں نے تخلص بدل دیا ہے حمید کی بجائے فـراہی تخلص استعمال کیا ہے۔ اس غزل کا مقطع ہے ۔

ناو کے سخت مگر خورد فـراہی دیشب
کیں سحر زمزمہ او بفغانے دگـر است

(نوائے پہلوی حمیدالدین فراہی ۔ مطبوعہ ۱۹٦٧)

اور تخلص کی اس تبدیلی میں ہمارا خیال ہے کہ ایک وجہ یہ بھی رہی ہوگی کہ حمیدالدین ہی نام کے ایک اور صاحب حمید تخلص کرتے تھے۔ مولانا فـراہی اور حمید الدین حمید میں یگانگت تھی اور دونوں شاعر تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اپنا کلام ایک دوسرے کو بھیجتے تھے ۔ اس لئے اس کا امکان تھا اور ہے کہ ان کا کلام ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گیا ہو ۔ جس طرح اس خط کے بابؔ میں دھوکا ہوا ، کلام کے باب میں بھی دھوکے کا اس سے زیادہ امکان تھا ۔

© rasailojaraid.com